خاص برائے ماہنامہ ترجمان القرآن

پرنس لیونے کائتانی دی سرمونیتا[1]

پروفیسر ڈاکٹر محمود بریلوی - کراچی

شہر روم (اطالیہ) کے مضافات میں آج بھی ایک شاندار چار منزلہ قدیم محل کھڑا ہے جو پندرھویں صدی عیسوی میں تعمیر ہوا اور کائتانی نام کے خاندان کی ملکیت ہے۔ اِسی محل میں پرنس لیونے کائتانی دی سرمونیتا (ڈیوک آف سرمونیتا) ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوا تھا، جس نے بعد ازاں اپنی شہرہ آفاق تصنیف (ANNALI DELL ISLAM) (تاریخ اسلام) اطالوی زبان میں لکھی جو شہر مِلان (MILAN) سے ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی تھی۔ قدیم کائتانی خاندان اطالیہ میں بہت بااثر تھا جس میں دو پوپ (گیلاسیاس GELASIUS ۱۱۱۸ء اور بونی فاس BONIFACE ہشتم ۱۲۹۱ء) اور متعدد کارڈینل CARDINAL ہوئے تھے۔ اس خاندان کے ایک رکن کانراڈ کائتانی CONRAD CAETANI نے شہنشاہ فریڈرک دوئم کی بیٹی کانسٹینس (CONSTONCE) سے شادی کی تھی۔ پرنس لیونے کائتانی روم میں ۱۲ ستمبر ۱۸۶۹ء کو ایک انگریز ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ وہ بچپن ہی میں تین زبانیں (اطالوی، انگریزی اور جرمن) بولنے پر قادر تھا۔ اس کا باپ ڈون اونوراٹو کائتانی (DON ONORATO CAETONI)

---

[1] PRINCE LEONE CAETANI DI SERMONETE 1935-1869

اوائل انیسویں صدی عیسوی میں اطالوی وزیر خارجہ تھا۔ لیونے کائتانی نے روم ہی میں ۱۸۸۹ء میں بیروت کے ایک نصرانی نعالش سے عربی زبان وادب سیکھ لیے تھے اور ۱۸۹۱ء میں روم کی یونیورسٹی سے لٹریچر میں گریجویشن کیا تھا۔ مذکورہ بالا زبانوں کے علاوہ کائتانی فارسی، سنسکرت اور عبرانی زبانیں بھی جانتا تھا۔ زمانۂ طالب علمی ہی میں کائتانی نے تاریخ اسلام مرتب کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ وہ ۱۸۸۸ء میں یونان گیا، جہاں سے وہ مصر پہنچا اور جزیرہ نمائے سینائی کے پہاڑوں اور ریگستان میں قدیم تاریخی یادگاروں کا مشاہدہ کیا۔ ۱۸۹۲ء میں وہ الجیریا اور ٹیونس گیا جہاں سے اُس نے صحرائے اعظم کے ویرانے دیکھے۔ ان مشاہدات کو کائیتانی نے شارٹ ہینڈ میں سات جلدوں میں مدوّن کر لیا تھا، مگر وہ سب شائع نہ ہو سکیں۔ ۱۸۹۴ء میں کائتانی ایک طویل سفر پر روانہ ہوا جس کے دوران اُس نے مشرقِ قریب اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک کا دورہ کیا۔ وہ مصر، شام، فلسطین، ترکی، عراق اور ایران گیا۔ اور پھر وسطی ایشیا اور رُوس پہنچا۔ ۱۸۹۹ء میں وہ شکار کے سلسلے میں کولمبو (سری لنکا) گیا جہاں سے وہ جنوبی ہند کے علاقوں مدورا، ترچناپلی، حیدرآباد (دکن) اور مدراس پہنچا۔ کلکتہ میں وہ وائسرائے ہند لارڈ کرزن کا مہمان رہا اور بنگال اور بہار کے جنگلوں میں اس نے شیر کا شکار کیا۔ وہاں سے کائتانی نے بنارس، آگرہ اور دہلی کا سفر کیا اور موسم گرما کے آغاز میں واپس اطالیہ چلا گیا۔ ۱۹۰۸ء میں وہ آخری بار مصر گیا تھا۔

کائتانی رومن کیتھولک نصرانی عقاید و رسوم سے متنفر تھا اور انہیں حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات سے بغاوت باور کرتا تھا۔ وہ نصرانیت کے مقابلے میں قدیم یونانی اور رومی عقاید کو بہتر سمجھتا تھا۔ وہ رومن کیتھولک مذہب اور اس کی رسوم کو سوشلزم، آزادی اور ڈیماکریسی کی ترویج میں بڑی رکاوٹ سمجھتا تھا۔ وہ اُس دن کے طلوع ہونے کا منتظر تھا جب نصرانیت کا خاتمہ اور انسانی آزادی کا آغاز ہوگا۔ لیکن یہ امر حیرت انگیز اور ناقابل فہم ہے کہ نصرانیت کے خلاف اس بغاوت کے باوجود کائتانی عیسائی مبلّغین کا دوست تھا۔

جب پرنس کائیتانی نے اپنی تاریخ اسلام (ANNALI DELL ISLAM) کی پہلی جلد ۱۹۰۵ء میں شائع کی تو مغربی مستشرقین کی دنیا میں ایک غلغلہ بپا ہوگیا، کیونکہ اُس وقت تک کسی غیر اسلامی ملک یا زبان میں ایسی عظیم الشان علمی تحقیقی و ہمدردانہ کاوش منصۂ شہود پہ نمودار نہیں ہوئی تھی۔ اس عظیم علمی کارنامے کو دنیا کے سامنے لانے سے قبل کائیتانی نے پندرہ سال کی طویل مدت تحقیق و تفتیش اور غور و خوض میں صرف کی تھی۔ وہ آغاز اسلام سے لے کر ۱۵۱۷ء میں ترکوں کے ہاتھ سے مصر کی فتح تک عرب قوم کی تاریخ مرتب کرنا چاہتا تھا جس کے لیے ضروری مواد فراہم کرنے کی خاطر اس نے اپنی دولت بے دریغ صرف کی تھی۔ اُس نے لندن، آکسفورڈ، پیرس، برلن، لینن گراڈ، ویانا، استنبول اور قاہرہ کے کتب خانوں سے نایاب اسلامی مسودات و مخطوطات کے فوٹو لینے پر ہی پانچ لاکھ لیرا (ایک لاکھ پونڈ) کی خطیر رقم خرچ کی تھی۔ چنانچہ روم میں کائیتانی کی نجی لائبریری دنیا بھر میں سب سے زیادہ اہم اسلامی علمی خزانہ تسلیم کی جاتی تھی۔

پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ (۱۹۱۸ء) تک کائتانی کی تاریخ اسلام کی صرف سات ابتدائی جلدیں شائع ہوئی تھیں جن میں ۳۲ھ تک کے حالات کا احاطہ کیا گیا تھا۔ مسلسل اکیس سال تک کائتانی بے شمار رکاوٹوں اور موانعات کے باوجود اس نہایت اہم علمی و تحقیقی کاوش میں منہمک رہا، جس کے آخر میں (۱۹۲۶ء) اُس نے اپنی اطالوی تاریخ اسلام کی دسویں جلد شائع کی جو چالیس ہجری تک کے حالات پر مبنی تھی۔ افسوس کہ اس کے بعد ملک اطالیہ کے سیاسی حالات بہت بگڑ گئے اور کائتانی کو اپنی تاریخ اسلام کو نامکمل چھوڑ کے ۱۹۳۰ء میں جلاوطنی اختیار کرنا پڑی اور وہ کینیڈا میں جا بسا۔

ANNALI DELL ISLAM (تاریخ اسلام) کی اطالوی زبان میں پہلی جلد تو کائتانی نے خود بلا کسی کی مدد کے شائع کی، مگر اس کو دیکھ کر دنیا کے معروف نصرانی اور یہودی مستشرقین نے کائتانی کو اپنی امداد کی پیش کش کی، جن میں حسب ذیل ہستیاں شامل تھیں۔

۱۔ پروفیسر ہارووِٹز HOROWITZ (جو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں عربی زبان کے معلم رہے)، ۲۔ پروفیسر بیکر (BECKER) ۳۔ فادر لیمنز (LAMMENS)

۴۔ پروفیسر میٹ واخ (MITTWOCH)، پروفیسر سی گبرائیلی (GABRIELI)
۶۔ پروفیسر نلینو (NALLINO)، ۷۔ پروفیسر مائیکل انجیلو گائیڈی MICHEL-ANGELO GUIDI) اور ۸۔ پروفیسر جارجیو لیوی دیلا وِدا (G. LEVI DELL VIDA) وغیرہ۔

اپنی اس اطالوی تاریخ اسلام کی دس جلدوں کے علاوہ، جس کی ہر جلد کی ضخامت (انڈکس کی جلد کے علاوہ) سات سو بڑے سائز فولیو کے صفحات سے زائد تھی، کائیتانی نے اسلامی موضوعات پر متعدد دیگر اہم اسلامی تصانیف مرتب کیں۔ ANNALI کے ساتھ ساتھ ہی اس نے CRONOGRAPHIA ISLAMICA (اطالوی) بھی شائع کرنا شروع کر دی تھی جس میں دنیائے اسلام کے جملہ اہم تاریخی واقعات ترتیب وار پہلی صدی ہجری سے لے کر ۹۲۲ھ تک درج کرنا مقصود تھے۔ لیکن افسوس کہ یہ اہم کام بھی تاریخ اسلام کی طرح نامکمل رہا جس کی صرف دو ابتدائی جلدیں شائع ہو سکیں، جن میں محض ۱۴۷ھ ہجری (۷۶۲ء) تک کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

ANNALI کے بعد کائتانی کی اہم ترین اسلامی تخلیق ONOMASTICUM ARABIUM ہے جو تاریخ اسلام میں ذکر ہونے والے تمام مخصوص مقامات اور اشخاص کے اجمالی حوالوں پر مبنی ہے، لیکن افسوس کہ یہ نامکمل تصنیف بھی محض دو جلدوں اور لفظ "عبداللہ" تک محدود رہی۔

ان کے علاوہ کائتانی نے چار جلدوں میں اپنی STUDI DI STORIA ORIENTALE بھی مرتب کرنا شروع کی تھی، لیکن اس کی بھی محض دو جلدیں ہی شائع ہو سکیں۔ پہلی ۱۹۱۱ء میں اور تیسری ۱۹۱۴ء میں۔ ان میں کائتانی نے اپنی تاریخِ اسلام ہی کے مخصوص و چیدہ چیدہ کوائف کو ایک مختلف انداز سے دہرایا تھا۔ یعنی اپنی اس تصنیف میں اس نے طلوعِ اسلام کا جدید جغرافیائی و اقتصادی نظریات کی روشنی میں جائزہ لیا تھا۔ کائتانی کی ایک اور نہایت دلچسپ لیکن نامکمل اطالوی تخلیقِ علمی FUNZIONE DELL ISLAMNELL EVOLU-ZIONE DELLA CIVILITA (تہذیب و تمدن انسانی کی ترقی میں اسلام کا حصہ)

اس میں اس نے مغربی تہذیب کے حوالے سے اسلام کے صحیح مقام کا تعین کیا ہے۔

مغربی دُنیا کے تقریباً تمام غیر مسلم (یہودی اور نصرانی) مستشرقین مثلاً اسپرینگر (SPRENGER)، مُلر (MULLER)، ہر گرونجے (HURGRONJE)، میور (MUIR)، گریم (GRIMME)، لیمنز (LAMMENS) اور مارگو لیتھ (MARGOLIOUTH) وغیرہ نے اسلام و شارع اسلامؐ کو تعصبِ مذہبی کے ساتھ پیش کیا ہے اور اُن پر تنقید نہیں بلکہ عمداً تنقیص کی ہے۔ اس مخالفِ اسلام گروہ کے بالمقابل پرنس کائتانی حیرت انگیز طور پر ایک مختلف و ممتاز شخصیت تھا جس نے خود کو اِن سے غیر متعلق رکھا۔ وہ رومن کیتھولک عقیدۂ نصرانیت کا شدید مخالف تھا۔ بلکہ اس کو مخالفِ عیسائیت کہنا زیادہ قرینِ صحت ہوگا۔ وہ دراصل ڈیماکریسی اور سوشلزم کا شیدائی تھا جو نصرانیت کی ضد ہیں۔ بہ ایں ہمہ کائتانی پیغمبر اسلامؐ کی ذاتِ اقدس اور اس کی تحریک اسلام کو اُس زاویہ سے نہیں دیکھتا جو اسلام کی روح ہیں۔ وہ اسلام اور شارع اسلام کو اُنیسویں صدی عیسوی کی مادیت کے رنگین شیشوں کے ذریعے سے دیکھتا ہے۔ اور پیغمبر اسلام کی اس روحانی صفت کو نظر انداز کر دیتا ہے جو آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ پیغمبر اور نبی کے طور پر ممیز و ممتاز کرتی ہے۔ وہ رسول اللہ کو اُنیسویں صدی کے ایک زیرک و محبِ وطن مدبّر کی حیثیت سے پیش کرتا ہے جو ڈپلومیسی کے فن میں طاق تھے اور جو صرف اپنی قوم (عرب) کی اصلاح کے جویا تھے، نہ کہ تمام انسانیت کے (نعوذ باللہ)۔ یہ نظریہ یقیناً وحقیقتاً صحیح عقیدۂ اسلام کی قطعی نفی کرتا ہے، کیونکہ رسول اللہ کو محض ایک مدبّر و سیاست دان ظاہر کرنا اُن کی سخت توہین ہے اور حضورؐ اور ان کی تحریکِ اسلامی کے ساتھ صریحی ناانصافی ہے، کیونکہ حضورؐ نے ہرگز اخلاق کو زندگی کی مادی اقدار سے جُدا نہیں کیا۔ اس فروگذاشت کے باوجود کائتانی نے اکثر غیر مسلم مستشرقین کے اُن معاندانہ و احمقانہ الزامات کی شدید تردید کی ہے جو اُن اسلام دشمن یہودی و نصرانی اہلِ قلم نے اسلام و شارع اسلامؐ پر لگائے ہیں۔ کائتانی رسول اللہ کا بڑا مداح تھا اور اس نے ان کی غیر معمولی صفاتِ انسانی کی بڑی تعریف کی ہے۔ اس نے رسول کریمؐ کو "تاریخِ عالم کی عظیم و مشہور ترین ہستی" تسلیم کیا ہے۔

کائتانی اپنی قومی و بین الاقوامی سیاست میں گہری دلچسپی لیتا تھا۔ وہ بڑا متحرک اور پکا سوشلسٹ تھا اور اس حیثیت سے وہ چار سال تک (۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۳ء) اطالوی مجلسِ مقننہ (چیمبر آف ڈیپوٹیز) کا رکن رہا تھا۔ اس کے سیاسی مخالفین نے پہلی جنگِ عظیم کے دوران (۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء) اس کو اسلام دوست ہونے کا طعنہ دیا۔ اور اس کو ترکوں کا حلیف کہا۔ کارٹونوں میں اسے ترکی ٹوپی اوڑھے اور قرآن شریف کا نسخہ پکڑے ہوئے دکھایا جاتا تھا۔ پہلی جنگِ عظیم سے قبل اس نے ترکوں اور مسلم لیبیا پر اطالوی جارحیت کی مخالفت کی تھی۔ دورانِ جنگِ عظیم اول کائتانی آسٹروی محاذِ جنگ پر اطالوی توپ خانے کا کمانڈر رہا تھا۔ ۱۹۲۶ء میں کائتانی نے روم میں "FONDAZIONE CAETANI" (کائتانی وقف) کے نام سے ایک وقف کی بنیاد رکھی جسے اطالوی قومی اکادمی (ACCADEMIA DIE LINCEI) سے ملحق کر دیا گیا ہے۔ اور جو تاریخِ اسلام پر دنیا کی بہترین و نادر روزگار لائبریریوں میں سے ایک ہے۔

پرنس لیونے کائتانی نے ۱۹۰۳ء میں روم کے ایک مشہور امیر خاندان ای لونہ جو ازمنۂ وسطیٰ میں کائتانی خاندان کا حریف رہا تھا، شہزادی وِٹوریا کولونہ نامی سے شادی کی تھی، جس کے ساتھ کچھ زمانہ تو کائتانی نے پُر مسرت مناہلانہ گذارا، لیکن پھر وہ ایک اور اطالوی خاتون کی طرف مائل ہو گیا جس کے بطن سے کائتانی کے تین بچے ہوئے، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ کائتانی بنیادی طور پر ایک سوشلسٹ اور ڈیما کریٹ تھا۔ مگر ۱۹۲۰ء میں جب مسولینی نے اطالیہ میں اپنی فاشسٹ آمرانہ حکومت قائم کی تو کائتانی کے لیے اطالیہ میں عرصۂ حیات تنگ ہو گیا اور وہ اپنی داشتہ "بیوی" سمیت جلاوطن ہو کر کینیڈا کے مقام وان کوور (VANCOUVER) میں آباد ہو گیا۔ اور اس طرح ایک شہرۂ آفاق اور کسی حد تک اسلام دوست نصرانی اطالوی مستشرق سے دنیائے اسلام ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئی۔ کائتانی کا انتقال کرسمس ۱۹۳۵ء کی شام کو یورپ کے ایک ہسپتال میں ہوا۔

راقم الحروف کا مشرقی افریقہ میں قیام قریباً تین سال (۱۹۳۳ء تا ۱۹۳۶ء) رہا، جس کے دوران میں راقم پہلے دو سال کمپالا، یوگنڈا، اور پھر ایک سال دار السلام، تن گن یکا

(حال تنزانیہ) میں رہا۔ راقم اس زمانے میں "مسلم ریویو" لکھنو کا معاون مدیر بھی تھا۔ اس انگریزی ماہنامے میں شروع ۱۹۳۴ء میں راقم کا مشہور مضمون "کتب خانۂ اسکندریہ کو کس نے جلایا تھا؟" "WHO BURNT THE ALEXANDRIAN LIBRERY" شائع ہوا تھا، جس کی کائتانی آنجہانی نے دل کھول کر داد دی تھی۔ اور غالباً یہی مضمون راقم کے کائتانی سے تعلقات اور مراسلت کا سبب بنا تھا۔ ذیل میں راقم کائتانی کے کینیڈا سے اپنے نام اُن تین خطوط کا اُردو ترجمہ پیش کر رہا ہے جو کائتانی نے اُس کو جون ۱۹۳۴ء اور ستمبر ۱۹۳۵ء کے درمیان لکھے تھے۔ ان میں سے پہلا (۲۱ جون ۱۹۳۴ء) کا خود کائتانی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، دوسرا (۲۱ جون ۱۹۳۵ء) ٹائپ میں ہے، اور تیسرا اور آخری (۳ ستمبر ۱۹۳۵ء) بھی کائتانی کے ہاتھ سے لکھا ہوا، مگر صیغۂ غائب میں اور نہایت مایوس کن اور دردناک ہے۔

لندن سے شائع ہونے والے نہایت معروف سابق انگریزی ماہنامہ "دی اسلامک ریویو" مارچ، اپریل ۱۹۵۱ء کی اشاعت میں راقم الحروف کا پرنس کائتانی پر مفصل مضمون مع اس کی تصویر کے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے تین سال بعد اسی ماہنامہ کی نومبر ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں پروفیسر عبدالاحد داؤد کا وہ مضمون شائع ہوا جو موصوف نے کائتانی کی اطالوی "تاریخِ اسلام" سے ترجمہ کر کے مصر میں سراپس کے مقام پر کتب خانۂ اسکندریہ کی حضرت عمرؓ کے مفروضہ حکم اور عرب مسلمانوں کے ہاتھ سے جلائے جانے کی جھوٹی داستان بیان کی ہے اور جس کی کائتانی نے سختی سے تردید کی ہے۔

کائتانی کے ۳ خطوط ڈاکٹر محمود بریلوی کے نام

(ترجمہ شدہ)

(۱)

۲۱ جون ۱۹۳۴ء

جنابِ من!

مجھے آپ کا ۲۰ اپریل ۱۹۳۴ء کا خط روم (اطالیہ) سے یہاں کینیڈا بھیجا گیا ہے۔

بعض وجوہات کی بنا پر، جن میں سیاسی وجوہ بھی شامل ہیں، مجھے اٹالیہ کو خیرباد کہہ کے یہاں کینیڈا میں آکر سکونت اختیار کرنا پڑی - اور روم کے کتب خانۂ عالیہ میں اپنا تمام کتب خانہ مع مخطوطات کے چھوڑنا پڑا، لیکن مجھے اس امر کا بے حد صدمہ ہے کہ ان ناگزیر حالات کے باعث مجھے اپنی "تاریخ اسلام" کو بھی نامکمل چھوڑنا پڑا۔ بہ ایں ہمہ مجھے تمام اسلامی امور میں گہری دلچسپی ہے ۔ مجھے مسلمانوں کی یوروپی نقالی کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ نہ معلوم مسلمانوں کو اُن خطرات کا احساس ہے کہ نہیں جو یوروپی دراندازی سے مستقبل میں مذہب اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن کو لاحق ہو سکتے ہیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کو مسلمان ہی رہنا چاہیے کیونکہ جس روز سے وہ یوروپی طرزِ حیات کو اختیار کر لیں گے اُس روز سے ان کے اندر اسلامی فکر و عمل کے خاتمے کا آغاز ہو جائے گا......

پیغمبر اسلام نے جس اسلام کی تعلیم دی تھی، وہ کروڑوں انسانوں کے لیے ایک روحانی ضرورت ہے۔ بعض اقوامِ عالم، مثلاً ہندوستان کے ہنود کے لیے تو اسلام ایک نامعقول مذہب و طرزِ معاشرت سے نجات حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اگر تمام ہندوستان دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائے تو وہ دُنیا کی طاقت ور ترین اور با اثر اقوام میں شامل ہو جائے گا۔ اسی لیے مجھے وہاں بہت سے نصرانی تبلیغی اداروں کے مساعی کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کیونکہ عیسائیت ہندوستانیوں کے لیے موزوں مذہب نہیں ہے۔ ہندوستانیوں کو تو اپنی سربلندی کے لیے قابلِ فخر اور باوقار مذہب اسلام اختیار کرنا چاہیے۔

کیا آپ آغا خاں کے متبعین میں سے ہیں؟ یا شیعہ؟ کیا آپ کوئی مبلغ ہیں؟ آپ کے فرقہ یا عقیدے کا مخصوص نام کیا ہے؟ کیا اب بھی آپ کو اسمٰعیلی کہا جاتا ہے جیسا کہ قدیم تواریخ میں مرقوم ہے؟ مجھے آپ سے مراسلت کر کے اور آپ کا جواب پا کے مسرت ہوگی۔ مجھے میرے کینیڈا کے موجودہ پتہ پر ہی جواب دیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی دراز کرے۔

آپ کا مخلص

لیونے کاتانی دی سرمونیتا

(۲)

۱۴ جنوری ۱۹۳۵ء

محترمی!

میں آپ کے کرم نامہ اور ماہنامہ "مسلم ریویو" کی اُس اشاعت کے لیے آپ کا ممنون ہوں جس میں آپ نے نہایت تحقیقِ علمی و دیانت کے ساتھ خلیفہ عمرؓ کے حکم سے کتب خانہ اسکندریہ کے مسلمانوں کے ہاتھ سے جلائے جانے کی من گھڑت داستان کی اصل حقیقت کو بے نقاب کیا ہے۔ آپ نے مجھ ناچیز کے لیے تعریفی الفاظ استعمال کیے ہیں، میں ان کے لیے آپ کا ممنون ہوں، ہر چند کہ میں ان کا مستحق نہیں ہوں۔ میں نے آپ کا متذکرہ بالا مضمون نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کے لیے میں آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ مجھے توقع ہے کہ آپ مستقبل میں بھی اپنی دیگر تصانیف کی ترسیل سے مجھے نوازیں گے۔ میں ہوں نیک تمناؤں کے ساتھ۔ آپ کا مخلص

ایل کائتانی دی سرمونیتا

(۳)

۳ ستمبر ۱۹۳۵ء

مسٹر ایل کائتانی دی سرمونیتا، ایچ ایچ دی آغا خاں ہائی اسکول، دارالسلام کے ہیڈ ماسٹر کے نہایت دلچسپ خط اور اسکول میگزین کی ایک کاپی کے لیے ان کا نہایت شکر گزار ہے۔

مسٹر ایل کائتانی دی سرمونیتا چند ماہ سے سخت علیل رہا ہے۔ چنانچہ وہ ایک جدید طرز علاج کو آزمانے کے لیے یورپ کو روانہ ہو رہا ہے۔ اس کی یہ غیر حاضری طویل ہو سکتی ہے اور ممکن ہے کہ اس کا انجام بھی بخیر نہ ہو۔

لہٰذا مسٹر کائتانی بصد ادب و احترام درخواست کرتا ہے کہ جب تک اُس کی واپسی یقینی نہ ہو جائے اُس کو اس کے کینیڈا کے پتہ پر مراسلت کر کے وقت ضائع نہ کیا جائے۔ مسٹر کائتانی ایک مرتبہ پھر تمام عنایات کے لیے اظہار تشکر کرتا ہے۔

نوٹ: انگریزی میں لکھے ہوئے یہ تینوں اصل خطوط (جن کا اُردو ترجمہ دیا گیا ہے) ادارۂ معارفِ اسلامی، منصورہ، لاہور ۱۸ کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔

(مدیر)